بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمجات پارۂ چہارم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۹۷

کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے اور من لایحضرہ الفقیہ اور تفسیر عیاشی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا کہ زمین کو پیدا کرے تو اُس نے ہواؤں کو حکم دیا اور ہوا نے پانی کو خوب ٹکرایا جس سے موج پیدا ہوگئی پھر جھاگ بنے پھر جھاگ مل کر اکٹھے ہوئے پھر ان سب کو اس جگہ جمع کر دیا جہاں بیت اللہ ہے پھر اُنہی جھاگوں سے ایک پہاڑ بنا دیا۔ پھر اُسی کے نیچے سے زمین پھیلا دی اور خدائے تعالیٰ کے اس قول کا یہی مطلب ہے۔ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّةَ مُبٰرَکًا (دیکھو صفحہ ۹۷ سطر ۹) اور من لایحضرہ الفقیہ میں اتنا اور زیادہ ہے کہ زمین میں پہلی جگہ جو خدائے تعالیٰ نے پیدا کی وہ کعبہ ہے۔ پھر اُس سے اور زمین پھیلائی گئی اور اُس کتاب میں یہ بھی ہے کہ خدائے تعالیٰ نے ہر چیز میں سے ایک چیز کو پسند فرمایا ہے چنانچہ ساری زمین میں سے کعبہ کی جگہ کو پسند فرمایا ہے۔ علل الشرائع میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ مکّہ کا نام بکّہ اس لئے رکھا گیا کہ مرد بھی اس میں روتے ہیں اور عورتیں بھی۔ اور عورت وہاں تمہارے آگے اور پیچھے اور دائیں اور بائیں اور سامنے نماز پڑھ سکتی ہے اور اس کا کچھ بھی مضائقہ نہیں حالانکہ عورت کا اس طرح نماز پڑھنا اور تمام ملکوں میں مکروہ ہے۔ الخصال میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ مکّہ کے پانچ نام ہیں اُمّ القریٰ۔ مکّہ۔ بکّہ۔ بسّاسہ (اس کے معنی یہ ہیں کہ جو اس میں رہ کر ظلم کرتا ہے اُسے یا تو خارج کر دیتا ہے یا ہلاک) اور اُمّ رحم (اس کا یہ مطلب ہے کہ جو اُس میں آ رہے ہیں ان پر خدا رحم کرتا ہے) اسی کے ہم معنی ایک حدیث من لایحضرہ الفقیہ میں منقول ہے نیز اُسی کتاب میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ مکانِ کعبہ کو پروردگارِ عالم نے حضرت آدم علیہ السلام کی خاطر جنت سے اُتارا تھا اُس وقت وہ ایک سفید موتی تھا پھر اُسے اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف اُٹھا لیا فقط اُس کی بنیاد باقی رہ گئی اور وہ موجودہ بیت اللہ کے گرداگرد ہے۔ اور ہر روز اس میں ستر ہزار فرشتے حکم خدا سے آتے ہیں جو پھر دوبارہ نہیں آسکتے۔ پس خدائے تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام کو حکم دیا کہ اُنہی بنیادوں پر اس مکان کو بنائیں۔ من لایحضرہ الفقیہ اور کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ کعبہ کی زمین کل روئے زمین پر ایک بلند ٹیلا تھا جو سورج اور چاند کی طرح چمکتا تھا۔ یہ حالت اُس وقت تک رہی جب تک کہ آدم علیہ السلام کے بیٹوں میں سے ایک نے دوسرے کو قتل نہ کیا۔ اس واقعہ کے بعد وہ

سیاہ ہوگئی۔ پھر جب آدم علیہ السلام آئے تو خدا تعالےٰ نے اس زمین کو اُنکی خاطر سے کُل زمین سے اونچا کیا کہ انہوں نے اُسے دیکھ لیا۔ اور یہ ارشاد فرمایا کہ یہ سب تیرے لئے ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ پروردگارا یہ زیادہ چمکتی ہوئی زمین کیا ہے؟ ارشاد ہوا کہ اس زمین میں میرا حرم ہے اور اے آدمؑ! تمہارے ذمہ میں نے یہ واجب کردیا کہ ہر روز سات سو مرتبہ طواف اس مقام کا بجالاؤ۔ من لا یحضرہ الفقیہ میں انہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ ایک پتھر پر یہ لکھا ہوا پایا گیا کہ میں خدا خدائے یکتا ہوں بکہ کا مالک ہوں میں نے اس کو اُس دن پیدا کیا ہے جس دن آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور جس دن سورج اور چاند کو پیدا کیا اور اُس کے گرد اگرد سات فرشتے مقرر کردیے۔ اس میں رہنے والے برکت دیے جائینگے۔ ان کو نہ پانی کی کمی ہوگی اور نہ دُودھ کی اور اُنکا رزق اُن کو تین طریقوں سے پہنچیگا۔ اوپر کی طرف سے اور نیچے کی طرف سے اور گھاٹیوں میں سے

قول صاحب تفسیر صافی مقام ابراہیمؑ کا آیات اللہ ہونا اس سے ثابت ہے کہ وہ حسب خواہش ابراہیم علیہ السلام بلند ہو جاتا تھا یہاں تک کہ پہاڑوں سے بھی اُونچا ہو گیا تھا جس کا ذکر انشاء اللہ سورۂ حج میں آئیگا۔ اب رہا حجرِ اسود اس کا آیت اللہ ہونا اس سے ثابت ہے کہ انبیاء و اوصیاء کے لئے اُس سے عجائبات ظہور میں آتے رہے ہیں اُسوقت بھی جبکہ وہ ایک جوہر تھا اور آدم علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اُسے جنت میں رکھا تھا اور اُس وقت بھی جبکہ وہ بڑے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ تھا اور خدا تعالےٰ نے آدمیوں سے جو عہد و پیمان لیا تھا اس کی بابت اُسے حکم دیا تھا کہ اُسے بطور لقمہ نگل جائے اور اپنے پاس امانت رکھے نیز اس حیثیت سے بھی آیت ہے کہ قیامت کے دن وہ اس شان سے حاضر ہوگا کہ اُسکی ایک زبان بڑی بولنے والی ہوگی اور دو آنکھیں ہونگی جن سے کُل مخلوق کو پہچانیگا اُنکی گواہی بھی دیگا جنہوں نے اِس عہد کو پورا ادا کیا ہے اور میثاق جو اس کے پاس ہے اُس کے مطابق عمل کیا ہے اور ہر اُس شخص کے برخلاف گواہی دیگا جس نے انکار وغیرہ کیا ہے جیسا کہ اخبار ائمہ علیہم السلام سے ثابت ہے۔ نیز اس کا آیت اللہ ہونا اس حیثیت سے بھی ثابت ہے کہ بعض ائمہ علیہم السلام کے لئے اُس نے بات کی ہے جیسے کہ جناب امام زین العابدینؑ کے لئے اُس وقت جبکہ اُن کے چچا جناب محمدؐ حنفیہ نے امرِ امامت میں اُن سے جھگڑا کیا تھا اور یہ دعوےٰ کیا تھا کہ بعد جناب امام حسین علیہ السلام کے امام میں ہوں اور حضرتؑ نے فرمایا تھا کہ چچا جان! امام وہ ہوتا ہے جس کی کُل مخلوق گواہی دے سکے۔ چنانچہ طرفین کی رضامندی سے حجرِ اسود حَکَم بنایا گیا جس نے محمد حنفیہ کے سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ پھر جناب امام زین العابدین علیہ السلام کے جواب میں اس فصاحت سے آپ کے امام ہونے کی گواہی دی کہ موافق و مخالف سب قائلِ امامت ہوگئے۔ نیز اس حیثیت سے بھی حجرِ اسود کا آیت اللہ ہونا ثابت ہے کہ جب اُس کو اُس کے موقعہ پر نصب کرنا چاہا ہے تو اُس نے بھی غیر معصوم کی اطاعت نہیں کی جیسا کہ بارہا تجربہ ہو چکا۔ اب رہا منزلِ اسمٰعیل علیہ السلام کا آیت اللہ ہونا تو منازل تو خشک ہو گیا تھا مگر اُس سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے لئے وقتاً فوقتاً پانی جاری ہوتا رہا اور مقام ابراہیمؑ کا

خصوصیت سے قرآن مجید میں ذکر آیا ہے۔ اور چیزوں کا ذکر وضاحت کے ساتھ نہیں ہے کیونکہ کل آدمیوں کے لئے کوئی نشان مقام ابراہیمؑ سے زیادہ ظاہر نہیں ہے اور اُس پر جو نشان قدم بنے ہوئے ہیں اُن کی نسبت ایک قول تو یہ ہے کہ جب کعبہ کی دیواریں بلند ہوگئیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اس پتھر پر کھڑے ہوا کرتے تھے تاکہ دیواروں کے پتھر اوپر پہنچانے ممکن ہوں پس دونوں قدموں کے نشان اُن پر بن گئے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جب شام سے مکہ معظمہ کی زیارت کو آئے تو زوجہ اسمٰعیلؑ نے عرض کی کہ آپ اُتیئے اور سر دھو ڈالیئے مگر آپ نہیں اُترے تو وہ اس پتھر کو اٹھا لائیں اور آپ کی سواری کے داہنی طرف رکھ دیا حضرتؑ نے اپنا داہنا پاؤں اُس پر رکھا اور زوجہ اسمٰعیل علیہ السلام نے آپ کے سر مبارک کا داہنا حصہ دھویا۔ پھر پتھر کو اٹھا کے بائیں طرف رکھ دیا۔ اور حضرتؑ نے اپنا بایاں پاؤں اُس پر رکھا اور زوجہ اسمٰعیلؑ نے بائیں طرف کا حصہ دھویا اس طرح دونوں قدموں کا نشان اُس پتھر پر بن گیا۔

قول مترجم۔ اُوپر کے دونوں قولوں میں سے کونسا صحیح ہے اس کی تصدیق مشاہدہ پر موقوف ہے اگر دونوں قدموں کے نشان باقاعدہ بنے ہوئے ہیں۔ یعنی داہنے پاؤں کا داہنی طرف اور بائیں پاؤں کا بائیں طرف تو قولِ اوّل صحیح ہے اور اگر نشان اس کے خلاف بنے ہوئے ہیں یعنی بائیں طرف داہنے پاؤں کا نشان ہے اور داہنی طرف بائیں پاؤں کا نشان ہے تو قول ثانی صحیح ہوگا۔

کافی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اُس مقام ابراہیمؑ کی جگہ جسے ابراہیم علیہ السلام نے خود رکھا تھا بیت اللہ کی دیوار سے متصل تھی اور وہ برابر وہیں رہا تا آنکہ زمانہ جاہلیت میں کفار نے اُسے اُس مقام تک ہٹا دیا جہاں آج تک ہے۔ پھر جب آنحضرتؐ نے مکہ معظمہ کو فتح کیا تو اُسے اٹھا کر اُسی مقام پر واپس پہنچا دیا جہاں ابراہیم علیہ السلام نے اُسے رکھا تھا۔ پس یہ برابر وہیں رہا تا آنکہ عمر ابن الخطاب حاکم ہوا۔ اُس نے لوگوں سے دریافت کیا کہ تم میں سے ایسا کون ہے جو اُس جگہ کو بتا سکے جہاں مقام ابراہیمؑ زمانۂ جاہلیت میں تھا۔ ایک شخص نے کہا کہ میں نے اُس کے فاصلہ کو اُس وقت ناپ لیا تھا۔ اور وہ میرے پاس موجود ہے۔ عمر نے کہا کہ ہمارے پاس لے آ۔ وہ شخص لے آیا۔ عمر نے خود اُسے جانچا۔ پھر مقام ابراہیمؑ کو بیت اللہ کے پاس سے ہٹا کر اُس جگہ کر دیا جہاں کفار نے زمانۂ جاہلیت میں قائم کیا تھا۔

قول مترجم۔ اس بدعت کا موقوف کرنا بھی جناب صاحب الامر علیہ السلام کے حقوق میں داخل ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۹۷

علل الشرائع میں منقول ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابوحنیفہ سے دریافت کیا کہ خدا تعالےٰ کے اِس قول وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا (دیکھو صفحہ ۹۷ سطر ۱۱) کا مطلب تجھے سمجھا کہ یہ مقام زمین پر کس جگہ واقع ہے اُس نے عرض کی یہ کعبۃ اللہ ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ حجاج ابن یوسف نے جب کعبۃ اللہ کا محاصرہ کر کے عبداللہ ابن زبیر کے مغلوب کرنے کے لئے منجنیق قائم کئے اور پھر ابن زبیر کو قتل بھی کیا تو آیا

عبداللہ کعبہ میں مامون ہوا یعنی امن سے تھا؟ یہ سُنکر ابو حنیفہ چُپ رہ گیا۔ پھر حضرتؑ سے جواب کا طالب ہوا۔ حضرتؑ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قائم آلِ محمدؐ علیہ السلام کی بیعت کریگا اور اُن حضرت علیہ السلام کی اطاعت میں داخل ہوگا اور اُن حضرتؑ کے دستِ مبارک کو مَس کریگا اور اُن کے اصحاب کے گروہ میں داخل ہوگا وہ ضرور امن پائیگا۔ کافی اور تفسیر عیاشی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص اس گھر (یعنی بیت اللہ) کا ارادہ کرکے آئے اور وہ یہ بھی جانتا ہو کہ وہ خانۂ خدا یہی ہے جس کے حج کا خدا تعالےٰ نے مجھے حکم دیا ہے اور وہ ہم اہلبیتؑ کے حق کو ایسے ہی پہچانتا ہو جیسا کہ پہچاننے کا حق ہے تو وہ دنیا اور آخرت (دونوں) میں امن سے رہیگا۔ تفسیر مجمع البیان میں جناب امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ جو شخص بیت اللہ میں اس شان سے داخل ہو کہ اللہ تعالےٰ نے جو کچھ اُس پر واجب کیا ہے اُس سب کا شناسا ہو تو آخرت میں دائمی عذاب سے مامون و محفوظ رہیگا۔ کافی میں بروایت جناب امام جعفر صادق علیہ السلام اُن دعاؤں میں (جو کہ بیت اللہ میں داخل ہوتے وقت پڑھنی چاہئیں) یہ فقرہ بھی منقول ہے اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ قَدْ قُلْتَ وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا فَاٰمِنِّیْ مِنْ عَذَابِ النَّارِ (یا اللہ! تو نے یہ فرمایا ہے" اور جو اس میں داخل ہوا وہ مامون ہوگیا" پس مجھے عذاب دوزخ سے مامون فرمادے۔ نیز کافی اور تفسیر عیاشی میں اُنہی حضرت علیہ السلام سے منقول ہے۔ کہ آدمیوں میں سے جو شخص حرم مکہ میں داخل ہو جائے اور خدا کی پناہ پکڑلے وہ عذاب خدا سے اُس میں مامون ہو جاتا ہے اور جو چوپاؤں یا پرندوں میں سے اس میں آجائے وہ جب تک حرم سے باہر نہ نکل جائے اس بات سے مامون ہے کہ کوئی اُسے ستائے یا بھڑکائے۔ نیز اُنہی حضرتؑ سے یہ بھی منقول ہے کہ جب بندہ نے حرم سے باہر کوئی قصور کیا پھر وہ بھاگ کر حرم میں آگیا تو کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ اُسے حرم کے اندر گرفتار کرے لیکن بازار میں اُس سے لین دین بند کردیا جائے اور کھانا پینا اُسے نہ دیا جائے اور کوئی شخص اُس سے بات بھی نہ کرے کہ ایسا کرنے سے اُمید ہے کہ وہ باہر نکلے گا اُس وقت وہ گرفتار کیا جائے اور اگر کسی نے حرم کے اندر ارتکابِ جُرم کیا ہو تو اُس پر حرم کے اندر ہی حد جاری کی جائے گی۔ اور کافی میں اتنی عبارت اور زیادہ ہے کہ یہ اس سبب سے کہ اُس نے حرمِ خدا کی حرمت کی رعایت نہیں کی۔ نیز کافی میں منقول ہے کہ سماعہ نے اُن حضرت سے دریافت کیا کہ ایک شخص کے ذمہ میرا مال ہو اور وہ عرصہ تک غائب رہے اور پھر میں اُس کو کعبۃ اللہ کے گرد طواف کرتے دیکھوں تو آیا جائز ہے کہ میں اپنے مال کا تقاضا اُس سے کروں۔ فرمایا نہیں۔ نہ تو اُس کو سلام کرو اور نہ اُسے کسی طرح ڈراؤ نہ دھمکاؤ جب تک وہ حرم سے باہر نہ آجائے۔ من لا یحضرہ الفقیہ میں منقول ہے کہ جو شخص حرمِ خدا یا حرمِ رسولؐ میں مرجائے گا خدا اُس کو امن پانے والوں میں مبعوث کریگا۔ اور جو شخص دونوں حرموں کے مابین مرجائیگا تو اُس سے حساب نہ لیا جائیگا اور جو شخص حرم

خدا میں دفن ہو جائیگا وہ قیامت کے بڑے خوف سے مامون رہیگا۔

قول مترجم۔ اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص کسی حرم میں دفن ہونے کے قابل نہ ہو نقل کرنے والے ملائکہ جو خدا کی طرف سے مقرر ہیں اُسے اُس مقام محترم سے منتقل کرکے ایسی جگہ پہنچا دیتے ہیں جہاں کے وہ لائق ہو۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۲ متعلق صفحہ ۹۸

کافی اور تفسیر عیاشی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا تھا کہ اس آیت میں جو خدا نے لفظ سبیل فرمایا ہے تو سبیل سے کیا مطلب ہے؟ فرمایا اُس کے پاس اتنا ہو جس سے حج بجا لائے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے یہ عرض کی۔ اگر کسی کے سامنے اتنا پیش کیا جائے جس سے وہ حج بجا لا سکے پھر وہ اُس کے لینے سے حیا کرے تو آیا وہ بھی مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلاً (دیکھو صفحہ ۹۸ سطر ا) کی حد میں آجائے گا؟ فرمایا۔ ہاں ضرور آجائے گا کیا وجہ ہے کہ وہ حیا کرے گو اُسے ایسے گدھے پر سوار ہو کر بھی جانے کا موقعہ ملے جس کی ناک بھی کٹی ہو اور دُم بھی۔ اور اگر کسی میں اس بات کی طاقت ہو کہ کچھ راستہ پیدل چل سکے اور کچھ سوار ہو کر تو بھی اُسے حج بجا لانا چاہیئے اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ اگر کسی کے پاس سواری کے لئے نہ ہو تو بھی نکل کھڑا ہو اور پیدل چلے۔ اس پر کسی نے عرض کی اگر چلنے کی بھی قوت نہ رکھتا ہو؟ فرمایا کچھ پیدل چلے اور کچھ سوار ہو کر۔ عرض کی گئی کہ اس کا مقدور نہیں رکھتا کہ سوار ہو۔ فرمایا اس صورت میں بعض لوگوں کی خدمت یا نوکری اختیار کر لے اور اُن کے ساتھ جائے۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اُن حضرتؑ سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا گیا تو یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص جسمانی طور سے صحیح ہو اور راستہ بھی صاف ہو اور اُس کے پاس زادِ راہ اور سواری ہو تو وہ اُن لوگوں میں سے ہوا جو حج کی استطاعت رکھتے ہیں۔ اس روایت کا راوی یہ بھی کہتا ہے یا یہ فرمایا کہ اُس کے پاس مال ہو اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اُن حضرتؑ سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا گیا تھا تو حضرتؑ نے دریافت کیا کہ لوگ کیا کہتے ہیں؟ عرض کی گئی لوگ تو زادِ راہ اور سواری کہتے ہیں۔ فرمایا کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے اس کا مطلب دریافت کیا گیا تھا تو اُن حضرتؑ نے فرمایا تھا کہ اس صورت میں تو لوگ ہلاک ہو جائیں گے کہ اگر ایک شخص کے پاس زادِ راہ اور سواری ہو یعنی اتنا کہ اپنے بال بچوں کی خبر گیری کر سکے اور اُس کے سبب سے لوگوں سے مستغنی ہو تو اگر اُسے حج میں صرف کر دے تو کیا بال بچوں کے قوت کے لئے لوگوں سے جا کے بھیک مانگے اور اس طرح وہ سب مانگے پڑے اس پر عرض کی گئی کہ پھر سبیل سے کیا مراد ہے؟ فرمایا وسعتِ مال کہ اُس کے ایک حصہ سے حج کرے اور اُس کا ایک حصہ اپنے اہل وعیال کے لئے باقی رکھے کیا تم نہیں دیکھتے کہ خدا تعالےٰ نے زکوٰۃ کو واجب کیا ہے اُن لوگوں پر جن کے پاس کم از کم دو سَو درہم ہوں۔

قول صاحب تفسیر صافی۔ آخری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کے پاس اتنا ہی مال ہو جس سے وہ اپنے بچوں کی خبرگیری کر سکتے ہیں اگر اُن پر یہ واجب کیا جاتا کہ اس مال کو وہ زاد راہ اور سواری میں اُٹھا دیں پھر وہ اپنے اہل و عیال کے قوت کے لئے لوگوں سے بھیک مانگتے پھرتے تو یہ صورت لوگوں کی بربادی کا موجب ہوتی اور اُوپر کی روایتیں بتلاتی ہیں کہ جس کے پاس تھوڑا سا بھی ہو۔ اُسے حج کو جانا چاہیئے۔ ان روایتوں کے اختلاف کی وجہ لوگوں کے حالات کا مختلف ہونا ہے۔ معذور ہونے کی حیثیت سے ہو۔ توکل کی حیثیت سے ہو۔ اور قوت وضعفِ جسمانی سے ہو تو اس کا مختصر فیصلہ خداوند عالم یوں فرماتا ہے۔ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ (دیکھو صفحہ ۹۲۲ سطر ۵)

قول مترجم۔ حج کے مفصل احکام و شرائط کتب فقہیہ میں دیکھو۔ اور اجتہاد یا تقلید کے موافق عمل کرنا چاہیئے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۹۹

تفسیر برہان میں بروایت جابر ابن عبداللہ انصاری منقول ہے کہ جناب رسولِ خدا کی خدمت میں اہلِ یمن کا ایک گروہ بطور مہمان وارد ہوا آنحضرتؐ نے اصحاب سے فرمایا کہ تمہارے پاس اہل یمن آتے ہیں جو بہت ہی باریک بین ہوتے ہیں۔ پھر جب وہ لوگ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تب فرمایا کہ یہ ایسے لوگ ہیں جن کے دل نرم ہیں اور جن کے ایمان مضبوط ہیں۔ منصور انہی میں سے ہوگا جو میرے برحق خلیفہ کی ستر ہزار آدمیوں سے نصرت کریگا اور اسی طرح میرے وصی کے بیٹے کی۔ وہ سب اپنی تلواریں حمائل کئے ہونگے۔ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! وہ آپ کا وصی کون ہے؟ فرمایا وہ ہے جس کی پیروی کرنے کا خداتعالےٰ نے تم سب کو حکم دیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (دیکھو صفحہ ۹۹ سطر ۳) لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ! ہمارے لئے اسے کھول کر بیان کیجئے کہ یہ حبل کیا ہے؟ فرمایا خدائے تعالےٰ کا یہ قول دیکھو اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ۔ (دیکھو صفحہ ۱۰۱ سطر ۲) پس حَبْلٌ مِّنَ اللّٰهِ خدا کی کتاب ہے اور حَبْلٌ مِّنَ النَّاسِ میرا وصی۔ لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ! آپ کے وصی ہیں کونسے؟ فرمایا وہی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ (دیکھو صفحہ ۷۱۴ سطر ۴) لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ! اس جنب اللہ سے کیا مراد ہے؟ فرمایا۔ وہی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالےٰ یہ فرماتا ہے وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا (دیکھو صفحہ ۵۷۷ سطر ۹) وہی میرا وصی ہے جو میرے بعد مجھ تک پہنچنے کا راستہ ہے۔ لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ! اُسی کی قسم جس نے آپ کو برحق بنا کر بھیجا ہے ہمیں اُسے دکھا دیجئے کہ ہم اُس کے بہت ہی مشتاق ہو گئے۔ فرمایا وہ وہی ہے جس کو خداتعالےٰ نے سمجھنے والوں کے لئے نشانی بنا دیا ہے۔ پس اگر تم اُس کو اُس نظر سے دیکھو گے

جس نظر سے وہ شخص دیکھے جس کی تعریف میں خدا فرماتا ہے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ (دیکھو صفحہ ۵۳۰ سطر ۱) تو تم اُسے پہچان لوگے کہ وہی میرا وصی ہے جیسا کہ تم نے مجھے پہچان لیا کہ میں تمہارا نبی ہوں۔ اب تم صفوں میں سے گزرو اور چہروں کو غور سے دیکھو تو جسکی طرف تمہارے دل مائل ہو جائیں تو بلاشک وہی میرا وصی ہوگا اس لئے کہ اللہ تعالےٰ اپنی کتاب میں اس کے بارے میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا یوں نقل فرماتا ہے۔ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْ اِلَیْھِمْ (دیکھو صفحہ ۴۱۴ سطر ۲) جس سے مراد ہے اُس کی طرف اور اُس کی اولاد کی طرف۔ جابر کہتے ہیں کہ اس پر ابوعامرۂ اشعری قبیلۂ اشعر میں سے اور ابوعرّۃ الخولانی قبیلۂ خولانیین میں سے ہے اور عثمان ابن قیس اور عرنۂ دوسی قبیلۂ دوسیین میں سے اور لاحق ابنِ علاقہ کھڑے ہوئے صفوں میں گئے۔ چہروں کو غور سے دیکھا اور اُس شخص کا ہاتھ پکڑ لیا جس کی پیشانی کے بال اُڑے ہوئے اور پیٹ بڑھا ہوا تھا۔ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! ہمارے دل تو اس کے گرویدہ ہوگئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا جبکہ تم نے وصی رسولِ خدا کو قبل اس کے کہ تم اُنہیں پہچانتے ہو اس طرح شناخت کر لیا تم خود برگزیدۂ خدا ہوگئے اچھا اب یہ تو بتاؤ تم نے شناخت کیونکر کیا کہ یہ وہی ہے، جناب رسولِ خدا کی زبان سے اپنی تعریف سُنکر یہ لوگ چیخ چیخ کر رونے لگے۔ اور عرض کرنے لگے کہ اے رسول اللہ! ہم نے اور لوگوں کی طرف دیکھا تو ہم اُن سے ذرا بھی نہ ڈرے اور جب ہم نے اس بزرگوار کی طرف دیکھا تو ہمارے دل کانپ گئے پھر ہمارے نفس مشتاق ہوئے اور ہمارے دل تھرا گئے اور ہماری آنکھیں بھر آئیں اور ہمارے سینے نورانی ہوگئے۔ گویا یہ ہمارا باپ ہے اور ہم اس کے بیٹے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَہٗٓ اِلَّا اللّٰہُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ (دیکھو صفحہ ۷ سطر ۷) تم اُن لوگوں کی منزلت میں آگئے جن کی تعریف میں خدائے تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَھُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓی اُولٰٓئِکَ عَنْھَا مُبْعَدُوْنَ (دیکھو صفحہ ۵۲۲ سطر ۱) اور تم آتشِ جہنم سے دُور ہوگئے۔ جابر ابنِ عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ یہ سب بزرگوار جن کے نام لئے گئے اُس وقت تک زندہ رہے کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کے ساتھ جنگ جمل و صفین میں شریک ہوئے اور بالآخر صفین میں شہید ہوگئے۔ خدائے تعالےٰ اُن پر رحمت نازل کرے۔ آنحضرتؐ اُن کو جنت کی بشارت دیا کرتے تھے اور اس بات کی خبر کہ تم علی ابن ابیطالبؑ علیہ السلام کے ساتھ شہید ہو جاؤگے اُسی کتاب میں جناب امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک دن جناب رسولِ خدا مع اپنے اصحاب کے مسجد میں تشریف فرما تھے ارشاد فرمانے لگے۔ کہ ابھی تھوڑی دیر میں اس دروازہ سے ایک جنتی آئے گا اور جو مطلب اُسے پوچھنا ہے دریافت کریگا۔ چنانچہ ایک طویل القامت آدمی مصر کے لوگوں سے مشابہ آیا آگے بڑھ کے آنحضرتؐ کو اُس نے سلام کیا۔ اور عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ! میں نے سُنا ہے کہ خدائے تعالےٰ اپنے کلامِ پاک میں یہ بھی فرماتا ہے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا

تَفَرَّقُوْا (دیکھو صفحہ ۹۹ سطر ۲) پس یہ حبل کونسی ہے جس کو چنگل مار کے خدائے تعالےٰ نے ہم کو پکڑنے کا حکم دیا ہے۔ اور یہ کہ اُس سے کبھی جُدا نہ ہوں۔ یہ سوال سُنکر آنحضرتؐ نے سر مبارک جھکا لیا۔ پھر بلند کر کے ہاتھ سے علی مرتضٰے علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ وہ اللہ کی رسّی یہ ہے جو اس سے متمسک ہوگا دنیا میں بھی اس کے ذریعہ سے محفوظ رہے گا اور اس کی آخرت بھی اُس کے ہاتھ سے نہ جلنے پائیگی۔ پس وہ شخص جھپٹ کر اُٹھا اور علی مرتضٰے کے پس پشت جاکر حضرتؑ سے چمٹ گیا اور یہ عرض کرتا جاتا تھا۔ کہ میں اللہ کی رسّی سے متمسک ہو گیا۔ پھر اُٹھا اور منہ پھرا کر مسجد سے چلدیا۔ اس اثناء میں لوگوں میں سے ایک اور شخص کھڑا ہو گیا اور عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ! میں اس شخص سے ملاقات کروں اور کہوں کہ میری مغفرت کی خدا سے دعا کرے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں اگر تجھے اس کی توفیق ہو جائے تو کیا مضائقہ ہے؟ چنانچہ یہ شخص بھی نکل کر اُس سے جا ملا اور اُس سے درخواست کی کہ میرے لئے دعائے مغفرت کر۔ شخص اول نے کہا تو یہ بھی سمجھا کہ حضرتؐ نے مجھ سے کیا فرمایا اور میں نے آنحضرتؐ سے کیا عرض کیا؟ اُس نے کہا کہ ہاں سمجھا۔ شخص اول نے کہا کہ پس اگر تم ان بزرگوار سے متمسک ہو جو حبل اللہ ہیں تو اللہ تمہارے سب گناہ بخشدے اور اگر تم اُن سے متمسک نہیں ہو تو خدا تمہیں کبھی نہ بخشے۔ کتاب المناقب میں حضرت عبداللہ ابن عباس سے منقول ہے کہ ہم جناب رسولِ خدا کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ایک اعرابی آیا اور عرض کرنے لگا یا حضرت! میں نے سُنا ہے۔ کہ آپ فرماتے ہیں وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا تو وہ حبل اللہ کیا ہے جسے ہم چنگل مار کر پکڑیں پس آنحضرتؐ نے اپنا دستِ مبارک علی مرتضٰے کے ہاتھ پر مار کر فرمایا۔ اس سے متمسک ہو کہ وہ حبل المتین یہی ہے بمناقب ابن شہر آشوب میں ہے۔ کہ ایک اعرابی جناب رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے آنحضرتؐ سے اس آیت وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا کے معنی دریافت کئے تو جناب رسولِ خدا نے علی مرتضٰے کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اے اعرابی حبل اللہ یہ ہے اس سے متمسک ہو جا۔ وہ اعرابی پھر کر جناب امیر المومنین علیہ السلام کے پیچھے آیا اور حضرتؑ کو آغوش میں لے کر کہنے لگا کہ یا اللہ! میں تجھ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے تیری رسّی کو تھام لیا تو جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ جسے یہ اچھا معلوم ہو کہ وہ ایک جنتی شخص کی طرف نظر کرے تو اُسے چاہیئے کہ اس اعرابی کو دیکھے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۹۹

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اس آیت میں نعمت اللہ سے مراد جناب رسولِ خدا۔ جناب علی مرتضٰے اور ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں۔ ثبوت ہر ایک کا حسبِ ذیل ہے:۔

(۱) تفسیر برہان میں ہے کہ یہ آیت وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا (دیکھو صفحہ ۹۹ سطر ۳) بنی اوس اور بنی خزرج

کے بارے میں نازل ہوئی جن میں ایک سو برس تک برابر لڑائی رہی نہ رات کو ہتھیار اتارتے نہ دن کو۔ اسی حالت پر انکی اولاد پیدا ہوتی رہی جب آنحضرتؐ مبعوث ہوئے تو حضرتؐ نے اُن میں صلح کرا دی اور یہ لوگ اسلام لائے حضرتؐ کی وجہ سے وہ عداوت اُن کے دلوں سے دُور ہو گئی اور وہ لوگ بالکل بھائی بھائی ہو گئے۔

قول مترجم۔ اس صورت میں آنحضرتؐ کی ذات نعمتِ خدا ہوئی اور آنحضرتؐ کا ذکر کرنا امرِ خدا کی تعمیل یعنی عبادت ہوئی۔

(۲) جناب رسولِ خدا حج آخر سے فارغ ہو کر مکۂ معظمہ سے مدینہ منورہ کو چلے اور راستہ میں جحفہ کے قریب مقام خمِ غدیر پر بہ تعمیلِ امرِ الٰہی جناب علی مرتضےٰ علیہ السلام کو اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر فرمایا تو منجانب خدا یہ آیت نازل ہوئی اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ (دیکھو صفحہ ۱۶۹ سطر ۹) جس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالےٰ نے علیؑ مرتضےٰ کو اور اُنکی ولایت یا امامت کو اپنی نعمت سے تعبیر فرمایا۔ پس علیؑ مرتضےٰ اور ائمہ علیہم السلام خدا کی نعمت ہوئے اور چونکہ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا ہے ذِكْرُ عَلِيٍّ عِبَادَةٌ (علیؑ کا ذکر کرنا عبادت ہے) اور آنحضرتؐ کی حدیث کے صحیح ہونے کی جانچ یہ ہے کہ اس کا مضمون کتابِ خدا کے مضمون سے موافق ہے چنانچہ اس حدیث کا مضمون وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ سے مطابق و موافق ہے۔ لہٰذا یہ حدیث بھی صحیح ہے اور علیؑ مرتضےٰ کی ذات اور اُن کی ولایت دونوں نعمتِ خدا ہیں۔

(۳) تفسیر برہان میں ابراہیم ابن العباس صولی الکاتب بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک دن جناب امام علیؑ ابنِ موسےٰ الرضا علیہما السلام کی خدمت میں حاضر تھے تو حضرت نے یہ ارشاد فرمایا کہ دنیا کی چیزوں میں کوئی حقیقی نعمت نہیں ہے۔ حضرتؑ کی حضور میں جو لوگ حاضر تھے اُن میں سے ایک عالم نے یہ کہا کہ خدا تعالےٰ جو فرماتا ہے لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ (دیکھو صفحہ ۹۶ سطر ۶) یہ نعیم تو دنیا ہی میں ہے اور اس سے مراد ٹھنڈا پانی ہے۔ جناب امام رضا علیہ السلام نے اُس سے فرمایا اور اس فرمانے میں حضرتؑ کی آواز بھی بلند ہو گئی کہ تم نے اس کی ایسی ہی تفسیر کی ہے بلکہ اس کی تفسیر کئی طرح سے کی ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ اس سے مراد ٹھنڈا پانی ہے۔ دوسرا عمدہ کھانا کہتا ہے۔ تیسرا میٹھی نیند مراد لیتا ہے۔ حالانکہ میرے والدِ ماجد نے اپنے والدِ ماجد جناب امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ خدا تعالےٰ کے اسی قول کے بارے میں لوگوں کے یہ اقوال اُن حضرتؑ کے سامنے بیان ہوئے تو آپ کو غصہ آیا اور فرمایا کہ اللہ تعالےٰ بندوں کو جو چیزیں عطا فرما چکا ہے اُن کے بارے میں اُن سے ہرگز سوال نہ کریگا اور نہ اُن پر احسان جتائے گا جبکہ احسان جتانا اس کی مخلوق کے لئے بھی بدنما ہے۔ تو پھر ایسی چیز کی نسبت خالق کی طرف کیسے دی جا سکتی ہے جو مخلوق کے لئے بھی اچھی نہیں معلوم ہوتی بلکہ اس آیت میں اَلنَّعِيْمُ سے مراد ہم اہلبیتؑ کی محبت و ولایت ہے جس کے بارے میں خدا تعالےٰ بندہ سے بعد توحید و نبوت کے سوال کریگا اور جو

بندہ اس امتحان میں پورا اُتر جائے گا۔ اُسے نعیم جنت تک پہنچا دیگا جو کبھی زائل ہونیوالی نہیں ہے۔

قول مترجم۔ اس سے ثابت ہوا کہ ائمہ اہلبیتؑ اور اُن کی ولائیت خدا کی نعمت ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۶ متعلق صفحہ ۹۹

یعنی خدا تعالےٰ نے یوں نہیں فرمایا کہ موسےٰ علیہ السلام کی ساری اُمت کے ذمہ حق کی ہدایت کرنا لازم تھا اور نہ یوں فرمایا کہ موسےٰ علیہ السلام کی ہر ہر قوم کے ذمہ ہدایت کرنا ضروری تھا حالانکہ اُس زمانہ میں اُس قوم میں مختلف گروہ بنے ہوئے تھے بلکہ یوں فرمایا کہ قوم موسےٰ میں سے ایک اُمت ایسی ہو جو حق کی ہدایت کیا کرے اور خود بھی اُسی راستہ پر چلے اور لفظ اُمت جو اس آیت میں فرمایا تو اُمت کا اطلاق ایک شخص پر بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِلّٰهِ حَنِيْفًا۔ (دیکھو صفحہ ۴۴۷ سطر ۳) مطلب یہ ہے کہ اُس وقت ابراہیم علیہ السلام ہی اکیلے خدا کے مطیع تھے اور اس وقت میں بھی اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ نیکی بدی کا علم تو ہو مگر نہ تو اُسے قوت و قدرت ہو اور نہ اس کا کوئی جتھا یا گروہ ہو اور نہ اس کی بات مانی جاتی ہو تو اُس کے ذمہ کوئی الزام نہیں ہے۔ اُنہیں حضرتؑ سے یہ دریافت کیا گیا جناب رسولِ خداؐ کی جو یہ حدیث ہے کہ ظالم حاکم کے سامنے انصاف کی ایک بات کہہ دینا سب سے بڑا جہاد ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا یہ اُس شخص کے ذمہ ہے جو امر بالمعروف کرنے سے پہلے اُس کی پوری معرفت بھی رکھتا ہو۔ (یعنی حقیقت امر کو بھی پہچانتا ہو اور اُس شخص کے بھی عادات و اطوار سے واقف ہو) اور اس کا یقین بھی رکھتا ہو کہ اُس کی بات قبول کی جائے گی اور اگر ایسا نہیں ہے تو اُس کے ذمہ لازم نہیں ہے نیز اُنہی حضرتؑ سے یہ بھی منقول ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر یا تو مؤمن کے حق میں ہونا چاہئیے کہ وہ نصیحت حاصل کرے یا جاہل کے حق میں ہونا چاہئیے کہ وہ علم حاصل کرے۔ اب رہے ذی اختیار ظالم حاکم اُن سے چشم پوشی بہتر ہے (کہ وہ بجائے نیک بات ماننے کے تمہاری جان و عزت و آبرو کے درپے ہو جائیں گے) تفسیر قمی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے اسی آیت کے بارے میں منقول ہے کہ یہ آیت آلِ محمدؐ اور اُن کے تابعین سے مخصوص ہے کہ وہ امورِ خیر کی طرف بُلاتے ہیں۔ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور بدی سے باز رکھنے کی تاکید فرماتے ہیں۔ نہج البلاغہ میں جناب امام المتقین امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ بدی سے لوگوں کو منع کرو اور خود بھی اُس سے باز رہو اس لئے کہ منع کرنیکا حکم تمکو اُسی حالت میں دیا گیا ہے۔ جبکہ تم خود بھی باز رہتے ہو۔ اُنہی حضرتؑ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ خدا تعالےٰ ایسے نیکی کا حکم کرنے والوں پر لعنت کرے جو خود اُس نیکی پر عمل نہ کرتے ہوں اور ایسی بدی سے منع کرنے والوں پر لعنت کرے جو خود اُسی بدی کے مرتکب ہوتے ہوں۔ کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر خدا تعالےٰ کی مخلوق میں سے دو مخلوق ہیں۔ پس جو ان دونوں کی نصرت کریگا خدا تعالےٰ اُس کو عزت دیگا۔ اور جو اِن دونوں کی نصرت چھوڑ دیگا۔ خدا تعالےٰ اُن کی نصرت چھوڑ دیگا۔ (یعنی اُس کو ذلت دیگا)

تہذیب الاحکام میں جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ جب تک لوگ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے رہیں گے اور نیکی میں ایک دوسرے کے مددگار رہیں گے تب تک وہ برابر خیر و خوبی میں رہیں گے اور جب ایسا نہ کرینگے تو برکتیں اُن سے سلب ہو جائیں گی۔ وہ ایک دوسرے پر مسلط ہو جائیں گے۔ اور اُن کا کوئی مددگار نہ زمین میں رہے گا اور نہ آسمان میں۔ کافی اور تہذیب میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آخر زمانہ میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو دکھاوے کی پیروی کرتے ہوں گے۔ قرآن مجید پڑھتے ہوں گے اور اُلٹی چال چلتے ہوں گے۔ نئی نئی باتیں نکالنے والے کم عقل نہ امر بالمعروف کو واجب جانتے ہوں گے اور نہ نہی عن المنکر کو سوائے اس صورت کے کہ جب کسی ضرر سے بچنے کا موقعہ ہو وہ اپنی ذات کے لئے آسانیاں اور بہلنے ڈھونڈتے رہیں گے۔ عالموں کی غلطیوں کی پیروی اور اُن کے علم کے نقص کی تقلید کرتے رہیں گے۔ نماز اور روزہ یعنی ایسی چیزیں جو اُن کے جان و مال کو ضرر نہ پہنچائیں بجالاتے رہیں گے اور اگر نماز یا اُس کے افعال اُن کے مالوں اور جسموں کو ضرر پہنچاتے تو وہ اُسے بھی چھوڑ بیٹھتے جیسا کہ اُنہوں نے اعلےٰ اور اشرف فریضہ کو چھوڑ دیا ہے (یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو) بیشک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بہت ہی بڑے واجب امر ہیں جن کے ذریعہ سے روزہ و نماز و واجبات قائم ہوتے ہیں۔ ان سے چشم پوشی کے سبب خدا تعالےٰ کا غضب اُن پر پورا ہوگا) اور عقاب خدا عام طور سے اُن کو آن گھیریگا۔ پس اُس وقت بدوں کے گھروں میں نیک لوگ بھی ہلاک ہو جائینگے اور بڑوں کے ساتھ چھوٹے بھی۔ اس میں ذرا شک نہیں کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر بجالانا نبیوں کا طریقہ اور نیک لوگوں کا راستہ ہے۔ اور بہت بڑا فریضہ ہے جس کے ذریعہ سے اور فرائض قائم ہوتے ہیں۔ اصل مذہب مامون و محفوظ رہتا ہے اور حلال روزی کمائی جا سکتی ہے اور کسی پر ظلم ہو گیا ہو تو اس کا معاوضہ دیا جا سکتا ہے۔ ملک اُس سے آباد ہوتا ہے اور دشمنوں سے انتقام لیا جا سکتا ہے اور تمام معاملات ٹھیک ٹھاک ہو سکتے ہیں۔ پس تم بدیوں کو دل سے بُرا جانو اور پھر زبان سے بُرا کہو اور اس کی وجہ سے لوگوں کے اور اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرو۔ پس اگر کچھ لوگ مان جائیں۔ اور حق کی طرف پھر آئیں تو پھر اُن کو نہ ستاؤ۔ ستانا تو اُن لوگوں کو چاہیئے جو اور لوگوں پر ظلم کرتے اور ناحق ناحق ملک میں زیادتی کرتے ہیں۔ اُن کے لئے وہاں بھی دردناک عذاب ہے۔ پس جو ایسے ہوں اُن سے اپنی جسمانی کوشش سے بھی لڑو اور دل سے بھی اُن سے بغض رکھو مگر تمہارا مطلب نہ قبضہ پالینا ہو نہ مال دبا لینا اور نہ ظلم کے ذریعے سے قابو یافتہ ہو جانا۔ ایسی کوشش اُس وقت تک جاری رہنی چاہیئے کہ وہ امر خدا کی طرف پھر آئیں اور حق کی طرف رجوع کریں۔ اور خدائے تعالےٰ کی اطاعت کرنے لگیں۔ جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ خدا تعالےٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ میں تمہاری اُمت کے ایک لاکھ چالیس ہزار بدکاروں کو عذاب دونگا اور ساٹھ ہزار نیکو کاروں کو۔ اُنہوں نے

عرض کی کہ پروردگارا ! بدکار تو اپنی بدی کے سبب عذاب پائیں گے۔ یہ نیکوکار کیوں عذاب دئے جائیں گے ؟ ارشاد ہوا کہ اس سبب سے کہ بدکاروں کی بدیوں سے چشم پوشی کیا کرتے تھے۔ اور میرے ناراض ہونے پر بھی اُن سے ناراض نہ ہوتے تھے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۷ متعلق صفحہ ۹۹

اُن پانچ جھنڈوں میں سے پہلا جھنڈا اِس اُمّت کے گوسالہ (ابوبکر) کا ہوگا۔ اس میں آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ میں ان لوگوں سے سوال کرونگا کہ تم نے میرے بعد اُن دو گرانقدر چیزوں کے ساتھ جو میں تم میں چھوڑ آیا تھا کیا برتاؤ کیا ؟ وہ جواب دیں گے کہ ثقلِ اکبر (یعنی کتابِ خدا) میں تو ہم نے تحریف کی اور اُسے پس پشت ڈالدیا اور رہا ثقلِ اصغر (یعنی اہلبیتِ رسولؐ) اُن سے ہم نے عداوت اور بغض رکھا اور ظلم کیا آنحضرتؐ فرماتے ہیں میں اُن سے یہ کہوں گا کہ تمہارے کالے مُنہ ہوں تم جہنّم میں بھوکے پیاسے چلے جاؤ۔ پھر دوسرا جھنڈا اس اُمت کے فرعون (عمر) کا میرے پاس آئیگا اور میں اُن سے سوال کرونگا کہ تم نے میرے بعد ثقلین کے ساتھ کیا سلوک کیا ؟ وہ جواب دیں گے ثقلِ اکبر میں تو ہم نے تحریف کی اور اُسے پھاڑ ڈالا اور اُس کی مخالفت کی۔ اب رہا ثقلِ اصغر اُن سے ہم نے دشمنی کی اور اُن سے لڑے تو میں اُن سے کہونگا کہ تمہارا بھی کالا مُنہ ہو تم بھی جہنّم میں پیاسے چلے جاؤ۔ اس کے بعد تیسرا جھنڈا اِس اُمّت کے سامری (عثمان) کا آئے گا۔ اُن سے بھی میں یہی سوال کرونگا کہ تم نے میرے بعد میرے متعلقین کے ساتھ کیا معاملہ کیا ؟ وہ جواب دینگے ثقلِ اکبر کی ہم نے نافرمانی کی اور اُسے چھوڑ دیا اور ثقلِ اصغر کی ہم نے تم نے نصرت چھوڑ دی اور ان کو ضائع کردیا تو میں اُن سے کہوں گا کہ تمہارا بھی مُنہ کالا ہو جہنّم میں پیاسے چلے جاؤ۔ اس کے بعد چوتھا جھنڈا ذوالثدیہ کا جس کے ساتھ اول سے آخر تک کل خوارج ہونگے آئیگا میں اُن سے بھی یہ سوال کرونگا کہ میرے بعد ثقلین کے ساتھ تم نے کیا کیا ؟ وہ یہ کہیں گے کہ ثقلِ اکبر تو ہم نے پھاڑ ڈالا اور اُس سے علیحدہ رہے اور ثقلِ اصغر کے ساتھ ہم لڑے اور اُن کو قتل کیا میں اُن سے کہونگا جاؤ جہنّم میں پیاسے چلے جاؤ۔ پھر پانچواں جھنڈا امام المتقین سیّد الوصیّین قائد الغرّ المحجّلین وصی رسولِ ربّ العٰلمین کا میرے پاس وارد ہوگا۔ میں اُن سے دریافت کرونگا کہ تم میرے بعد ثقلین کے ساتھ کس کس طرح پیش آئے ؟ وہ جواب میں عرض کرینگے کہ ثقلِ اکبر کی ہم نے پیروی اور اطاعت کی اور ثقلِ اصغر سے ہم نے محبت و موالات کی اور اُن کو یہانتک مدد دی کہ اُن کے بارے میں ہمارے خون تک بہا دئے گئے۔ پس اُن سے میں کہونگا کہ تم سیر و سیراب ہو کر سفید رو بنکر جنّت میں چلے جاؤ۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے یہ آیتیں تلاوت فرمائیں جو یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ سے هُمْ فِیْهَا خَالِدُوْنَ تک ہیں۔ (دیکھو صفحہ ۹۹ سطر ۱۱ و صفحہ ۱۰۰ سطر ۴)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۱۰۳

تفسیرِ قمّی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے غزوۂ احد

کا اصلی سبب یہ منقول ہے کہ کفار قریش جب بدر کی لڑائی سے پلٹ کر مکۂ معظمہ میں آئے اور اُس وقت پر خیال کرنے لگے جو بدر کی لڑائی میں قتل و قید سے اُن کو پہنچی تھی اس لئے کہ ستر ہی تو قتل کئے گئے تھے اور ستر ہی قید کئے گئے تھے اور ابو سفیان نے کہا کہ اے گروہِ قریش! تم اپنی عورتوں کو اپنے مقتولوں پر رونے نہ دو اس لئے کہ جب آنسو نکل جائیگا تو وہ رنج کو اور محمدؐ کی عداوت کو دُور کر دیگا چنانچہ اُحد کی لڑائی میں جب آنحضرتؐ سے یہ لوگ لڑنے آئے ہیں اُس دن انہوں نے اپنی عورتوں کو رونے پیٹنے کی اجازت دی (تا غصہ بھڑک جائے اور جوش بڑھ جائے) اور مکۂ معظمہ سے تین ہزار سوار اور دو ہزار پیدل نکلے اور عورتوں کو بھی اپنے ساتھ نکال لائے جناب رسول خداؐ کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے اپنے اصحاب کو جمع کیا اور اُن کو جہاد کی ترغیب دی تو عبد اللہ ابن اُبی (مشہور منافق) نے یہ عرض کی "یا رسول اللہ! مدینہ سے نہ نکلئے تاکہ ہم ان سے کوچوں میں لڑ سکیں۔ اس صورت میں گلی کوچوں کے ناکوں پر اور چھتوں پر سے بڈھے آدمی غلام اور عورتیں تک لڑ سکینگی اور اب تک کا تجربہ بھی یہی ہے کہ جب کوئی قوم ہم پر چڑھ کر آئی اور ہم اپنے قلعوں میں اور گھروں میں بیٹھے رہے تو وہ ہم پر کبھی غالب نہیں ہوئی۔ اور جب کبھی ہم دشمن کے مقابل نکلے تو ہمیشہ اُنہی کو ہمارے برخلاف غلبہ رہا۔ اس پر سعد ابن معاذ انصاری اُٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ "یا رسول اللہ! جس حال میں کہ ہم مشرک اور بُت پرست تھے تب تو کسی عرب کی ہمارے برخلاف چلی ہی نہیں۔ اب ہم پر کیا غالب آئیں گے جس حال میں کہ حضور یہاں موجود ہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ ہم تو ان سے نکل کر لڑینگے کہ جو ہم میں قتل ہو جائیگا شہید ہوگا۔ اور جو ہم میں سے باقی رہیگا وہ راہِ خدا میں جہاد کرنیوالا شمار ہوگا"۔ پس آنحضرتؐ نے اُنہی کی رائے مان لی اور اپنے اصحاب کے ایک گروہ کو لے کر شب کے وقت لڑائی کی جگہ جا رہے جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذۡ غَدَوۡتَ مِنۡ اَهۡلِكَ تُبَوِّئُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ مَقَاعِدَ لِلۡقِتَالِ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۱۰۳ سطر ۵) اور عبد اللہ ابن اُبی آنحضرتؐ کی نصرت چھوڑ کر مدینۂ منورہ میں رہ گیا اور خزرج کے ایک گروہ نے اُس کی رائے مان لی۔ قریش اُحد کے پاس آ پہنچے اور آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب کو جن کی تعداد سات سَو تھی سلاحِ جنگ سے آراستہ کیا پس عبد اللہ ابن جُبیر کو پچاس تیر اندازوں سمیت اُس گھاٹی کے دروازہ پر مقرر فرمایا جو لشکر کے پس پشت تھی اور یہ خوف تھا کہ اسی طرف سے دشمن جو کمیں گاہ میں ہیں اُن پر آ پڑیں گے لہٰذا عبد اللہ ابن جبیر اور اُس کے ساتھیوں کو یہ ہدایت فرمائی کہ "اگر تم یہ دیکھو کہ ہم نے قریش کو ایسی شکست دی جو کہ اُن کو مکہ پہنچا دے تب بھی تم اس جگہ سے نہ ہٹنا۔ اور اگر تم یہ دیکھو کہ اُنہوں نے ہم کو شکست دی یہاں تک کہ ہم مدینہ میں جا گھسے تب بھی تم یہاں سے نہ ٹلنا اور اپنے اپنے مقام پر جمے رہنا"۔ اُدھر ابو سفیان نے خالد ابن ولید کو دو سو سواروں کے ساتھ گھات میں بٹھا دیا تھا اور یہ کہدیا تھا کہ جب تم یہ دیکھو کہ ہم باہم مل گئے تو تم اس گھاٹی کے راستہ سے اُن پر حملہ کر بیٹھنا تا آنکہ اُن کے پیچھے پہنچ جاؤ۔ اِدھر جناب رسول خداؐ نے اپنے اصحاب کو مرتب کیا۔ اور اپنا رایت جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کے سپرد فرمایا۔ اُس وقت انصار نے

مشرکین قریش پر ایک حملہ کر دیا اور اُن کو بڑی سخت شکست دی۔ اور پھر اصحاب جناب رسولِ خدا اُن کے گروہوں پر ٹوٹ پڑے۔ اور خالد ابنِ ولید دو سو سواروں سمیت عبداللہ ابنِ جُبَیر پر آیا تو اُن لوگوں نے تیروں سے جواب دیا۔ وہ پلٹ گیا۔ ادھر عبداللہ ابنِ جبیر کے ساتھیوں نے اصحاب رسولِ خدا پر نظر ڈالی تو وہ قریش کا مال لوٹتے ہوئے دکھائی دئیے۔ پس اُنہوں نے عبداللہ ابنِ جُبَیر سے کہا کہ "ہمارے ساتھیوں نے تو مالِ غنیمت لے لیا اور ہم یونہی بلا غنیمت رہ گئے"۔ عبداللہ نے اُن سے کہا کہ "اللہ سے ڈرو اس لئے کہ آنحضرتؐ نے ہم کو حکم دیا ہے کہ اپنی جگہ نہ چھوڑیں"۔ مگر اُنہوں نے نہ مانا اور ایک ایک شخص کر کے نکلنا شروع ہو گئے یہاں تک کہ اُنہوں نے اپنے مقامات خالی کر دئیے۔ اور عبداللہ ابنِ جبیر صرف بارہ آدمیوں سے جمے رہے۔ اُس دن قریش کا علم طلحہ ابن ابی طلحہ کے ہاتھ میں تھا جو قبیلۂ عبد الدار کا ایک نامی جوان تھا۔ اسے جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے قتل کیا تو علم کو سعید ابن ابی طلحہ نے لے لیا۔ اُسے بھی جناب علیؑ مرتضےٰ نے قتل کیا تا آنکہ قبیلۂ عبد الدار کے یکے بعد دیگرے نو جوان قتل کئے۔ نوبت یہ پہنچی کہ مشرکوں کا علم اُسی قبیلہ کے ایک حبشی غلام کے ہاتھ پڑا جس کا نام صواب تھا۔ جناب امیر علیہ السلام نے قریب پہنچکر اس کا داہنا ہاتھ اُڑا دیا تو اُس نے علم بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ اور جب حضرتؑ نے اس کا بایاں ہاتھ بھی قلم کر دیا تو اُس نے کٹے ہوئے ہاتھوں سے علم کو اپنے سینہ سے چمٹا لیا۔ پھر ابو سفیان کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ "تو نے دیکھا کہ قبیلۂ بنی عبدالدار نے آج علم کی کیسی عزت رکھی ہے"۔ اس عرصہ میں جناب امیر علیہ السلام نے اُسکے سر پر ایسی ضربت لگائی کہ وہ تو قتل ہو گیا اور علم گر گیا۔ جسے عمرہ بنت علقمہ کنانیہ نے آکر اُٹھا لیا۔ اتنے میں خالد ابن ولید عبداللہ ابنِ جُبَیر پر جس کے ساتھی بھاگ چکے تھے اور گنتی کے آدمیوں کے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا نو سو سواروں سمیت ٹوٹ پڑا اور اُن کو گھاٹی کے دروازہ پر قتل کر کے مسلمانوں کا پیچھا آ لیا۔ اور قریش نے دیکھا کہ اُن کا علم گر کر پھر کھڑا ہو گیا تو وہ اپنے علم کی طرف جھپٹ کر آئے اور جناب رسولِ خدا کے اصحاب نے بڑی شکست کھائی۔ اور وہ اِدھر اُدھر پہاڑوں پر چڑھنے اور گھاٹیوں میں گھومنے لگے۔ جب آنحضرتؐ نے اُن کی شکست کی حالت دیکھی تو اپنے سر مبارک پر سے خود ہٹا دیا اور خود آواز دینی شروع کی۔ فرمایا کہ لوگو! میری طرف آؤ میں اللہ کا رسولؐ یہاں موجود ہوں۔ تم خدا کے رسولؐ کو چھوڑ کر کدھر بھاگے جاتے ہو؟ اُس وقت ہندہ بنت عتبہ زوجۂ ابو سفیان لشکر کے بیچوں بیچ موجود تھی۔ گروہِ قریش میں سے جو شخص بھاگنا چاہتا تھا اُس کو سُرمہ دانی اور سلائی دیکر یہ کہتی کہ "تو اب مرد نہیں رہا۔ لے یہ سرمہ تو لگا لے"۔ (اس طرح شرم دلا دلا کر وہ کفار کو بھاگنے سے روکتی تھی) اُس وقت حضرت حمزہؑ بن حضرت عبدالمطلب گروہ قریش پر حملہ کر رہے تھے جب انہوں نے یہ دیکھا کہ کفار بھاگے اور اُنکے سامنے کوئی جم کر نہیں لڑتا اور پھر دیکھا کہ پلٹ آئے تو اُنہوں نے عام حملہ شروع کر دیا) ہندہ بنت عتبہ وحشی نام غلام سے یہ عہد کر چکی تھی کہ اگر تو نے محمدؐ یا علیؑ یا حمزہؑ کو قتل کر دیا تو تجھے اتنا اتنا دیا جائیگا۔ یہ وحشی جبیر ابن مُطعم کا حبشی غلام تھا۔ اُس نے اپنے دل میں سوچا کہ محمدؐ پر تو قابو نہ پا سکونگا رہے علیؑ۔ وہ بڑے ہوشیار ہیں اور ہر طرف نظر رکھتے ہیں۔ لہذا اُن پر بھی داؤں گھات نہیں چل سکتا۔ پس وہ

حضرت حمزہؑ کیلئے گھات میں بیٹھ گیا۔ اس لئے کہ اس نے اُن حضرتؑ کو جوش میں لوگوں پر حملہ کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ وہ حضرتؑ میرے پاس سے گذرے اور ایک نالے کے کنارے ٹھٹکے تو میں نے اپنے نیزہ کو خم دے کر اس طرح لگایا کہ اُن حضرتؑ کے کولھے سے اُوپر لگ کر دوسری طرف نکل گیا اور حضرت حمزہؑ گر گئے۔ وحشی کا بیان ہے کہ میں نے قریب پہنچ کر آپ کے شکمِ مبارک کو چاک کیا اور اُن کا کلیجہ نکالکر ہندہ کے پاس لے آیا اور کہنے لگا کہ یہ حمزہؑ کا کلیجہ ہے۔ اس ملعونہ نے کلیجہ اپنے مُنہ میں ڈال لیا۔ چبایا۔ مگر اللہ تعالےٰ نے اُسے اُس کے مُنہ میں ایسا سخت کر دیا۔ جیسے کہ گھٹنے کی ہڈی ہوتی ہے۔ اُس نے اُسے اپنے مُنہ سے نکالکر پھینکدیا۔ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا ہے کہ خدائے تعالےٰ نے ایک فرشتہ کو مامور کیا کہ اُس نے اُس کلیجہ کو اُٹھا کر اُس کے مقام پر پہنچا دیا۔ پھر ہندہ حضرت حمزہؑ کی لاش پر آئی اور آپکے عضوِ تناسل کو اور دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کو کاٹ کر لے گئی (تاریخ گواہی دیتی ہے کہ ان سب کا ہار بنا کر پہنا) اور جناب رسولِ خداؐ کے پاس سوائے ابودجانہ کے جن کا نام سماک ابن خرشہ تھا اور سوائے جناب علی مرتضےٰ علیہ السّلام کے اور کوئی بھی باقی نہ رہا۔ پس جب کوئی گروہ آنحضرتؐ پر حملہ کرتا تھا جناب علی مرتضےٰ علیہ السّلام مقابلہ کرکے اُن سب کو دفع کرتے تھے یہانتک کہ آنکی تلوار ٹوٹ گئی تو آنحضرتؐ نے اپنی تلوار ذوالفقار اُن کو عنایت فرمائی۔ اور آنحضرتؐ کوہِ اُحد کے ایک گوشہ میں جاگزیں ہو کر ٹھیر گئے۔ اس لئے لڑائی چوطرفہ ہونے کے بدلے ایک ہی طرف رہی اور علیؑ مرتضےٰ دشمنوں سے یہاں تک لڑتے رہے کہ سارا میدان اُن سے خالی کرا لیا۔ اور اُن حضرت علیہ السّلام کے چہرۂ مبارک و سرِ مبارک پر دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں پر ستر زخم لگے تھے اسحالت میں جبرئیل امین علیہ السّلام یہ کہتے تھے۔ یا رسول اللہ! مواسات اسکو کہتے ہیں۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کیوں نہ ہو علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے جبرئیل امین کو آسمان و زمین کے مابین سونے کی کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھا تھا اور یہ کہتے ہوئے سُنا تھا لَاسَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَارِ وَلَافَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ (یعنی ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں ہے اور علیؑ کے سوا کوئی جوانمرد نہیں ہے) روایت میں وارد ہوا ہے کہ مسلمانوں کے شکست کھانے کا اصلی سبب یہ تھا کہ ابلیس نے اُن کے مابین ایک آواز لگادی تھی کہ محمدؐ قتل ہو گئے اور آنحضرتؐ اُسوقت لوگوں کے اژدحام میں تھے اور لوگ انہیں دیکھ نہیں رہے تھے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۱۰۵

المجالس میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ابلیس ایک پہاڑ پر جا چڑھا اور بڑے زور سے چیخ کر اُس نے اپنے شیاطین کو بُلایا۔ وہ سب اُسکے پاس اکٹھے ہو گئے اور کہنے لگے کہ اے ہمارے سیّد و سردار آپ نے ہمیں کیوں یاد فرمایا ہے؟ اُس نے کہا کہ یہ آیت نازل ہوئی ہے تم میں سے اس کے اثر کا باطل کرنے والا کون ہے؟ شیاطین میں سے ایک اُٹھا اور کہنے لگا اس کا اثر باطل کرنے کو میں موجود ہوں اور اِس طرح اِسے باطل کر دونگا۔ ابلیس نے کہا نہیں تو اس کے لائق نہیں ہے تو دوسرا اُٹھا اُس

نے بھی ویسی ہی باتیں کیں۔ ابلیس بولا کہ نہیں تو بھی اس کے لائق نہیں ہے۔ اس کے بعد وسواس الخناس نے کہا کہ میں اس کام کیلئے موجود ہوں ابلیس نے دریافت کیا بھلا کس تدبیر سے؟ وسواس الخناس بولا کہ میں اُن سے وعدہ کرونگا اور اُنکو تمناؤں اور آرزوؤں میں ڈالدونگا تا آنکہ گناہِ خدا کے مرتکب ہوں اور جب گناہ کے مرتکب ہو جائیں گے تو اُنکو استغفار بھلا دونگا۔ ابلیس نے کہا بیشک تو اس کیلئے موزوں ہے چنانچہ قیامت تک کیلئے یہ کام اُسکے سپرد کردیا اور عبدالرحمٰن ابن غنم الدوسی سے روایت ہے کہ معاذ ابن جبل روتے ہوئے جناب رسولِ خدا کی خدمت میں آئے اور سلام عرض کیا۔ آنحضرتؐ نے جواب سلام دیکر ارشاد فرمایا کہ تمہارے رونے کا کیا سبب ہے؟ اُنہوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! دروازہ پر ایک نوجوان ہٹا کٹا گورنگ خوبصورت اپنی جوانی پر اس طرح رو رہا ہے جیسے پسر مُردہ عورت اپنے بچے کیلئے روتی ہو اور حضور کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے معاذ اُس جوان کو میرے پاس لے آؤ۔ معاذ اُس کو آنحضرتؐ کی خدمت میں لے آئے تو اُس نے سلام عرض کیا اور آنحضرتؐ نے جواب سلام بھی دیا پھر دریافت فرمایا کہ اے جوان! تیرے رونے کا باعث کیا ہے؟ اُس نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں کیسے نہ روؤں حالانکہ میں ایسے گناہوں کا مرتکب ہوا ہوں کہ اگر خدا تعالےٰ مجھ سے اُسکے ایک حصہ کا بھی مواخذہ کرے تو مجھے آتشِ جہنم میں پہنچا دیگا اور مجھے سوائے اسکے اور کچھ نہیں سوجھتا کہ عنقریب وہ اس کا مجھ سے مواخذہ کریگا اور مجھے ہرگز نہ بخشیگا۔ جناب رسولِ خدا نے یہ سُنکر دریافت کیا کہ آیا تو نے کسی چیز کو خدا تعالےٰ کا شریک ٹھیرایا ہے؟ اُس جوان نے عرض کی کہ اس سے تو میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں کہ کسی چیز کو خدا تعالےٰ کا شریک ٹھیراؤں۔ فرمایا تو آیا تو نے کسی ایسے نفس کو قتل کردیا جس کا قتل خدا نے حرام قرار دیا ہو اُس نے عرض کی کہ نہیں ایسا بھی نہیں ہوا۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ تو خدائے تعالےٰ تیرے گناہ بخشدیگا۔ گو وہ بڑے سے بڑے گناہوں کے مانند ہوں۔ اُس جوان نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! میرا گناہ تو بڑے بڑے پہاڑوں سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ خدا تعالےٰ تیرے گناہوں کو بخشدیگا۔ گو وہ مثل ساتوں زمینوں کے اور اُنکے تمام سمندروں کے اور اُنکے تمام ریگستانوں کے اور اُسکے تمام درختوں کے اور جتنی مخلوق اُن میں ہے۔ اُن سب کی برابر ہوں۔ اس جوان نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! میرا گناہ تو ساتوں زمینوں اور اُن کے تمام سمندروں اور اُنکے تمام ریگستانوں اور اُنکے تمام درختوں اور جتنی مخلوق اُن میں ہے اُن سب سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ یہ سُنکر آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ خدا تعالےٰ تیرے گناہوں کو بخشدیگا گو وہ تمام آسمانوں اور اُس کے ستاروں اور عرش و کرسی کے برابر ہوں۔ اُس جوان نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! میرا گناہ تو اُن سے بھی بڑھا ہوا ہے راوی کہتا ہے کہ یہ سُنکر آنحضرتؐ نے اُس کی طرف ایسی نظر ڈالی جیسے کوئی شخص غصہ میں بھرا ہوا دیکھتا ہے اور فرمایا کہ وائے ہو تجھ پر اے جوان! آیا تیرا گناہ بڑھا ہوا ہے یا تیرا پروردگار؟ یہ سُنکر وہ جوان مُنہ کے بل سجدہ میں گر پڑا اور عرض کی میرا پروردگار پاک و پاکیزہ ہے۔ اُس سے بڑی کوئی شئے نہیں ہے۔ یا نبی اللہ! ہر بڑی سے بڑی چیز سے بھی میرا پروردگار ہی بڑا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ عظمت والے پروردگار کے سوا ایسے عظیم الشان گناہوں کو اور

کون بخشیگا؟ اُس جوان نے عرض کی یارسولؐ اللہ! نہیں قسم بخدا سوائے اُس کے اور کوئی بخشنے والا نہیں ہے۔ پھر وہ جوان خاموش ہو رہا۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا اے جوان! کیا تو اپنے گناہوں میں سے ایک گناہ سے بھی مجھے مطلع نہ کریگا؟ اُس نے عرض کی یارسولؐ اللہ! ضرور مطلع کرونگا۔ میں سات برس سے قبروں کو کھود ڈالا کرتا تھا اور مُردوں کو نکالکر اُنکے کفن کھسوٹ لیا کرتا تھا۔ انصار کی لڑکیوں میں سے ایک کا انتقال ہوگیا۔ اُس کی نعش قبر پر لے گئے اور دفن کردی۔ جب اُس کے کنبہ والے چلے گئے اور رات ہوگئی تو میں قبر پر آیا اور اُسے کھود کر نعش نکالی پارچۂ کفن جو کچھ بھی اُس کے جسم پر تھا سب الگ کرلیا اور اُسے قبر کے کنارے برہنہ چھوڑ دیا اور اپنے کام کو چل دیا۔ اس میں شیطان میرے پاس آیا اور اُسکی ایک ایک چیز کو میری نظروں میں زینت دینے لگا کبھی تو کہتا تھا کہ اس کا پیٹ اور سفیدی اُس کی نہیں دیکھتا کبھی کہتا تھا کہ اُس کے کولوں پر نظر نہیں کرتا غرضیکہ اسی طرح مجھ سے کہتا رہا تا آنکہ میں پھر پلٹ کر اُسکے پاس آیا اور اپنے آپے سے باہر ہو گیا حتےٰ کہ اُس سے مجامعت کی اور اُسے وہیں چھوڑ دیا۔ یکایک میں نے ایک آواز کو اپنے پیچھے سے یہ کہتے سُنا کہ اے جوان! قیامت کے دن فیصلہ کرنے والے کی طرف سے تیرے لئے ویل ہو جس دن وہ فیصلہ کریگا اُس دن سے ڈر جیسا کہ تو نے مجھ کو مُردوں کے لشکر میں ننگا چھوڑا ہے اور قبر کھود کر باہر نکالا ہے اور میرا کفن چھین لیا ہے اور مجھے ایسی حالت میں چھوڑے جاتا ہے کہ میں اپنے پروردگار کے روبرو حساب دینے کے واسطے جنابت کی حالت میں کھڑی ہونگی اسی طرح تو بھی باایں رعنائی وجوانی آتشِ جہنم میں جائے۔ یا رسولؐ اللہ! یہ باتیں سُنکر مجھے گمان بھی نہیں ہوتا کہ کبھی جنت کی خوشبو سونگھ سکوں۔ اب حضور میرے لئے کیا فرماتے ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے فاسق! میرے پاس سے دُور ہو۔ اندیشہ ہے کہ تیری آگ میں اور نہ جل جائیں تو آتشِ جہنم سے کس قدر قریب ہوچکا ہے پھر آنحضرتؐ ایسا ہی فرماتے رہے اور اُس کی طرف اشارہ کرتے رہے یہانتک کہ اُسے اپنے سامنے سے دُور کردیا۔ وہ شخص حضرتؐ کے پاس سے نکل کر شہر میں آیا۔ کچھ توشہ بہم پہنچایا پھر کسی پہاڑ میں چلا گیا وہیں عبادت کرنے لگا۔ کمل کے کپڑے پہن لئے اور اپنے دونو ہاتھ اپنی گردن میں باندھ لئے اور عرض کرنے لگا کہ اے میرے پروردگار! یہ تیرا بندہ بہلول تیری حضور میں بندھا کھڑا ہے۔ اے میرے پروردگار! تو مجھے بھی پہچانتا ہے اور اے میرے سید و سردار! میری اس ذلت و رسوائی سے بھی تو آگاہ ہے۔ اے میرے پروردگار! میں نادم ہوا اور تائب ہوکر تیرے نبیؐ کی حضور میں گیا تو انہوں نے اپنی حضور سے نکال دیا اور میرا خوف بڑھا دیا۔ پس اب میں تیرے نام کا واسطہ دے کر اور تیری عزت وجلال کا واسطہ دے کر اور تیری سلطنت وعظمت کا واسطہ دیکر تجھی سے سوال کرتا ہوں کہ اے میرے سید و سردار مجھے نا اُمید مت کر اور میری دعا کو بیکار قرار نہ دے اور مجھے اپنی رحمت سے نا اُمید مت کر۔ چالیس دن اور چالیس رات وہ اسی طرح برابر عرض کرتا رہا اور روتا رہا کہ اس کے رونے سے پرندے اور چرندے بھی رو پڑے اور جب چالیس دن اور چالیس راتیں پوری ہوچکیں تو اُس نے دونوں ہاتھ

آسمان کی طرف اُٹھا کر عرض کی یا اللہ! تو نے میری حاجت کے بارے میں کیا کیا؟ اگر تو نے میری دعا قبول فرمائی ہے اور میری خطا بخشدی ہے تو تو اپنے نبی محترم کو وحی فرما اور اگر تو نے میری دعا قبول نہیں کی ہے اور میری خطا نہیں بخشی ہے اور مجھے عذاب دینے کا ارادہ رکھتا ہے تو جلد مجھ پر آگ برسا کہ مجھے ابھی جلا دے یا اور کوئی دنیاوی عذاب نازل کر کہ وہ مجھے ہلاک کردے اور مجھے قیامت کے دن کی فضیحت سے محفوظ رکھے پس خدا تعالےٰ نے اپنے نبی محترم کو یہ وحی فرمائی وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً یہاں فَاحِشَةً سے مراد زنا ہے اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے گناہ کے ارتکاب سے جو زنا سے بھی بڑھا ہوا ہے نبش قبر سے بھی بڑھا ہوا ہے اور کفن کھسوٹ لینے سے بھی زیادہ ہے ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ سے ڈرتے ہیں اور توبہ کرنے میں جلدی کرتے ہیں۔ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ۔ گویا خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ اے محمدؐ! میرا بندہ تائب ہو کر تمہارے پاس آیا مگر تم نے اُسے نکال دیا تو وہ کہاں جائے کس کی طرف رُخ کرے اور کس سے سوال کرے اور سوائے میرے اپنے گناہوں کی مغفرت کس سے مانگے۔ پھر فرماتا ہے وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ جس کا مطلب یہ ہے کہ تنبیہ کئے جانے کے بعد زنا پر، نبش قبر پر اور کفن چھین لینے پر وہ لوگ اصرار نہیں کرتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ (دیکھو صفحہ ۱۰۵ تا ۱۰۶ سطر ۱۱ و ۲) پس جب یہ آیت جناب رسولؐ خدا پر نازل ہوئی آنحضرتؐ باہر نکلے۔ اس آیت کو تلاوت فرماتے تھے اور تبسّم کرتے جاتے تھے۔ پھر اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اس تائب نوجوان تک مجھے کون پہنچا سکیگا۔ معاذ ابن جبل نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! ہمیں خبر پہنچی ہے کہ وہ فلاں فلاں جگہ ہے۔ جناب رسولؐ خدا اصحاب کو ساتھ لیکر چلے اتنے کہ اُس پہاڑ تک پہنچے۔ پھر نوجوان تائب کی تلاش میں اُوپر چڑھ کر دیکھا تو دو چٹانوں کے بیچ میں کھڑا ہے اور دونوں ہاتھ گردن میں بندھے ہیں چہرہ سیاہ ہو گیا ہے۔ روتے روتے دونوں آنکھوں کی پلکیں جھڑ گئی ہیں اور یہ عرض کرتا ہے۔ اے میرے سیّد و سردار تو نے میری پیدائش بہت اچھی کی اور صورت بھی اچھی بنائی کاش مجھے یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ تیرا ارادہ میری نسبت کیا ہے۔ آیا آتش جہنم میں جلائیگا یا اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دیگا۔ یا اللہ! یقیناً تو نے مجھ پر بہت کچھ احسان کیا ہے اور برابر انعام فرمایا ہے۔ کاش مجھے یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ انجام میرا کیا ہوگا۔ آیا تو مجھے جنت میں بعزت داخل فرمائیگا یا بہ ذلت و خواری جہنم کی طرف ہنکا دیگا؟ میرے اللہ! میرا گناہ آسمانوں سے اور زمین سے بلکہ تیری وسیع کرسی اور عظیم الشان عرش سے بھی بڑا ہے۔ کاش مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ تو میری خطا بخشیگا یا قیامت کے دن مجھے فضیحت فرمائیگا۔ برابر اسی قسم کی باتیں کہتا تھا اور روتا تھا اور اپنے سر پر خاک ڈالتا جاتا تھا درندے اُس کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے تھے اور پرندوں نے اُس پر پرا باندھ رکھا تھا اور یہ سب اُس کی گریہ و بکا کے سبب رو رہے تھے جناب رسولؐ خدا اُس کے قریب آئے اُس کی گردن سے

دونوں ہاتھ کھول دئے اور سر پر سے مٹی جھاڑ کر ارشاد فرمایا کہ اسے بہلول تجھے بشارت ہو اللہ تعالےٰ نے تجھے جہنم سے آزاد کر دیا۔ پھر اپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے اپنے گناہوں کا اسی طرح تدارک کرو جیسا کہ بہلول نے اپنے گناہوں کا تدارک کیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جو آیتیں نازل فرمائی تھیں وہ اُسے پڑھکر سنائیں اور اُسے جنت کی بشارت دی۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۱۱۴

تفسیر برہان میں ابو رافع سے منقول ہے کہ جب مشرک روز احد چل دئے تو وہ مقام روحا پر پہنچے تو کہنے لگے نہ تو تم کم سن عورتوں ہی کو لائے اور نہ تم نے محمدؐ ہی کو قتل کیا۔ یہ خبر جناب رسول خدا کو پہنچی تو حضرتؐ نے علی مرتضےٰ علیہ السلام کو بنی خزرج کے ساتھ اُن مشرکوں کے تعاقب میں بھیجدیا جس مقام سے مشرک کوچ کرتے تھے جناب امیر علیہ السلام وہیں جا اُترتے تھے خدا تعالےٰ نے اُنکے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔ انہی ابو رافع سے ایک حدیث میں یہ بھی منقول ہے کہ جناب رسول خدا نے علی مرتضےٰ علیہ السلام کے زخموں پر لعاب دہن لگا دیا اور اُن کے حق میں دعا کی اور اُن کو مشرکوں کا تعاقب کرنے کے لئے روانہ کر دیا انہی کے بارے میں خدا تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے۔ اُسی تفسیر میں بطریق جمہوریوں روایت کی گئی ہے کہ جناب رسول خدا نے علی مرتضےٰ علیہ السلام کو کچھ لوگ ساتھ کرکے ابو سفیان کے تعاقب میں بھیجا تو حضرت کو بنی خزاعہ میں سے ایک اعرابی ملا اور اُس نے یہ کہا اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ (دیکھو صفحہ ۱۱۴ سطر ۷) اس سے اُس کی مراد ابو سفیان اور اُس کے ساتھی تھے۔ پس جناب امیر المومنین علیہ السلام اور اُن کے اصحاب نے فرمایا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ اسی پر یہ آیتیں ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ تک نازل ہوئیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۱۲۱

تفسیر برہان و علل الشرائع میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا تھا کہ اولاد آدمؑ کی نسل ابتداءً کیونکر پھیلی اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا گیا کہ ہمارے ہاں کچھ لوگ ایسے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے حضرت آدمؑ کو وحی فرمائی تھی کہ وہ اپنی بیٹیوں کی شادی اپنے بیٹوں سے کر دیں اور یہ تمام موجودہ مخلوق بھائیوں اور بہنوں کے میل سے پیدا ہوئی ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا سبحان اللہ خدا تعالےٰ کی شان اس سے کہیں ارفع و اقدس ہے کہ وہ ایسا حکم دے جو شخص اس بات کا قائل ہے وہ گویا اس کا بھی قائل ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی مخلوق سے برگزیدہ لوگوں کو یعنی اپنے دوستوں کو نبیوں کو اور رسولوں کو ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں کو اور احکام کے ماننے والے مرد اور عورتوں کو معاذ اللہ حرام سے پیدا کیا اور اُس میں اس بات کی قدرت نہ تھی کہ ان سب کو حلال سے پیدا کرتا۔ حالانکہ اُن سے اس بات کا پختہ عہد لے لیا تھا کہ وہ حلال پر اور پاکی و پاکیزگی پر قائم رہیں اور حرام اور ناپاک چیزوں کے پاس بھی نہ پھٹکیں اور مجھے تو یہانتک تحقیق خبر ملی ہے کہ کسی چوپایہ کو دھوکا دیا گیا تھا کہ اُس کی بہن پہچان میں نہ آئی جب وہ

اُس سے جفتی کھا کر اُترا تو اصلی حالت اُس پر ظاہر کی گئی اور اُس نے جان لیا کہ اُس کی بہن ہے تو اُس نے اُسی وقت اپنا عضو تناسل نکالا پھر دانتوں سے اُسے پکڑ کر کاٹ ڈالا اور گر کر فوراً مر گیا۔ ایک اور چوپایہ کو بعینہ یہ واقعہ پیش آیا تھا کہ اُس کی ماں پہچان میں نہیں آئی تھی اور وہ اسی طرح مر گیا تھا۔ تو کیا انسان باوجود اپنے علم وفضل کے حیوانات سے بھی گیا گزرا ہوگا۔ ہاں بات یہ ہے کہ اس مخلوق سے جس کو تم دیکھ رہے ہو ایک گروہ نے خاندانِ انبیاء کے علم سے مُنھ پھرا لیا اور جہاں سے لینے کا حکم نہ تھا وہاں سے علم لیا اِس کا نتیجہ وہ جہالت اور ضلالت ہوئی جسے تم دیکھتے ہو پھر فرمایا وائے ہو اُن لوگوں پر کدھر چلے گئے۔ اُس قول سے جس میں نہ فقہائے حجاز نے اختلاف کیا ہے اور نہ فقہائے عراق نے خدائے عزّوجلّ نے قلم کو حکم دیا اور اس نے قیامت تک کے احکام لوحِ محفوظ پر آدم علیہ السّلام کی پیدائش ہونے سے دو ہزار برس پہلے لکھ دئے اور جتنی کتابیں قلم نے بحکمِ خدا لکھی ہیں اُن سب میں بھائیوں کا بہنوں پر حرام ہونا درج ہے اور اُن چاروں کتابوں میں جو تمام عالم میں مشہور ہیں یہی مضمون ہم نے دیکھا ہے اُن میں سے کسی کتاب میں بھائیوں کا بہنوں پر حلال ہونا ثابت نہیں ہے۔ میں تم سے حق بات کہتا ہوں کہ جو ایسی ایسی باتوں کا قائل ہے وہ مجوسیوں کی حجت کو قوی کرتا ہے انہیں کیا ہوگیا ہے خدا ان پر لعنت کرے پھر جناب امام علیہ السّلام نے حضرت آدم علیہ السّلام اور اُن کی ذریت کی ترقیِ نسل کا بیان شروع کیا۔ پس فرمایا۔ کہ آدم علیہ السّلام کے ہاں ستّر ولادتیں ہوئیں۔ ہر ولادت میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتی تھی۔ جب ہابیلؑ قتل ہوگئے تو آدم علیہ السّلام کو بیحد صدمہ ہوا کہ عورت کے پاس کا بھی آنا جانا چھوڑ دیا اور پانچ سَو برس تک حضرت حوّا علیہا السّلام سے ہم بستری نہیں کی۔ پھر خدائے تعالےٰ نے اُن کے غم کو دُور کیا تاآنکہ وہ حضرت حوّا علیہا السّلام کے پاس گئے اور اللہ تعالےٰ نے اُن کو اس ولادت میں صرف ایک بیٹا شیثؑ نام عطا فرمایا جن کے ساتھ توام کوئی نہ تھا یعنی لڑکی پیدا نہ ہوئی تھی انہی شیثؑ کا نام ہبۃ اللہ بھی ہے یہ روئے زمین پر پہلے وصی ہیں جنہیں اولادِ آدمؑ میں سے خدا تعالےٰ نے نیابت کیلئے منتخب فرمایا پھر حضرت آدم علیہ السّلام کے شیث علیہ السّلام کے بعد دُوسرا بیٹا یافث پھر پیدا ہوا اُن کے ساتھ بھی کوئی دُوسرا نہ تھا اور جب یہ دونوں بیٹے بالغ ہوئے اور اللہ تعالےٰ کو منظور تھا اِن کی نسل پھیلے جیسا کہ تم اُسے دیکھتے ہو اور ساتھ یہ بھی منظور تھا کہ لوح وقلم کے ذریعہ سے جن چیزوں کو حرام قرار دے چکا وہ حرام ہی رہیں۔ جیسے بہنوں کا بھائیوں سے نکاح ہونا لہذا جمعرات کے دن بعدِ عصر جنّت سے ایک حور کو نازل کیا جس کا نام نزلہ تھا اور حضرت آدم علیہ السّلام کو حکم دیا کہ اپنے بیٹے شیثؑ کی اس سے شادی کردو چنانچہ حضرتؑ نے اس حکم کی تعمیل کی پھر دوسرے دن عصر کے بعد ایک اور حور جنّت سے نازل کی جس کا نام منزلہ تھا اور خدائے تعالےٰ نے اس کی نسبت حکم دیا کہ اس کی شادی یافث سے کردو۔ حضرت آدم علیہ السّلام نے اِس حکم کی تعمیل کی۔ شیثؑ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اور یافث کے ہاں لڑکی اور جب یہ دونوں بچے بالغ ہوگئے تو

شیثؑ کا بیٹا یافث کی بیٹی سے بیاہا گیا تمام انبیاؑ و مرسلین علیہم السّلام اور برگزیدہ بندے اِنہی دونوں کی نسل سے ہیں اور جیسا کہ عوام النّاس قائل ہوئے ہیں ہرگز ایسا نہیں ہے کہ بہنوں کی شادی بھائیوں سے ہوتی تھی مَن لایحضرہ الفقیہ میں بھی قریب قریب یہی مضمون منقول ہے کافی اور تفسیر عیاشی میں کئی حدیثیں اس مضمون کی منقول ہیں کہ سلسلۂ نسل کیونکر چلا خلاصہ اُن سب کا یہ ہے کہ حضرت شیث علیہ السّلام کے چند بیٹے یا پوتے پیدا ہوئے اور وہ ایک جن کی بیٹیوں سے بیاہے گئے لہٰذا آدمیوں میں حُسن و خلق و خوبصورتی و حلم وغیرہ جو اچھی اچھی صفتیں ہیں وہ تو حور کی طرف سے در افتادہ ہیں اور تیز مزاجی و غصّہ وُ جہالت اور حماقت و بدصورتی یہ اُس جن کی بیٹیوں کی طرف سے ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۱۲۴

قول مترجم۔ جب کسی مرد یا عورت کا انتقال ہو جائے تو اُس کے ذمہ جو قرض ہو اُس کا ادا کرنا سب سے پہلے لازم ہے پھر اگر اُس نے کوئی وصیّت کی ہو تو باقی مال کی ایک تہائی تک اُس کی وصیّت کے بموجب صرف ہونا چاہیئے اس کے بعد جو بچے وہ وارثوں کا حق ہے وارث دو وجہ سے بن سکتے ہیں ایک نسب کے باعث دُوسرے سبب کے بموجب۔

نسب کا بیان

وارثانِ نسبی کے تین طبقے ہیں۔ اوّل طبقہ میں ماں باپ اور اولاد ہے۔ دُوسرے طبقہ میں دادا دادی نانا نانی بھائی بہن اور اُن کی اولادیں۔ تیسرے طبقہ میں چچا۔ پھوپھی۔ ماموں۔ خالہ اور اُنکی اولاد ہے

تنبیہ

واضح ہو کہ اگر پہلے طبقہ کے لوگ موجود ہوں تو دُوسرے اور تیسرے طبقہ کے لوگ میراث سے محروم رہینگے اور دُوسرے طبقہ والوں کی موجودگی میں تیسرے طبقہ والے لوگ میراث نہ پائینگے۔ شوہر اور زوجہ ہر طبقہ کے ساتھ اپنا حق لے سکتے ہیں اور عینی بھائی بہن کے ہوتے پدری بھائی بہن کو کچھ نہ ملیگا۔

صاحبانِ فروض و قرابت کا بیان

صاحبِ فرض وہ شخص ہے جس کا حِصّہ وراثت صراحتاً قرآنِ مجید میں مذکور ہے وہ دس ہیں۔ ماںؑ۔ باپؑ بیٹےؑ۔ چند بیٹیاںؑ۔ بہنؑ۔ چند بہنیںؑ۔ عینی یا پدری۔ مادری بہنؑ بھائی۔ شوہرؑ۔ زوجہؑ۔ صاحب قرابت وہ شخص ہے جس کا سہمِ وراثت صراحتاً کلام مجید میں مذکور نہیں بلکہ تفسیر میں آنحضرتؐ نے ایک عام قاعدہ بتا دیا ہے جس سے اُس شخص کا حصّہ معلوم ہو جاتا ہے وہ دس ہیں۔ دادا۔ دادی۔ نانا۔ نانی۔ چچا۔

پھوپھی۔ اور اُن کی اولاد۔ خالہ۔ ماموں۔ اور اُن کی اولاد ہیں۔

سہام و فروض کا بیان

حدیث و قرآن کی رو سے جس قدر مال پانے کا وارث مستحق ہوتا ہے اُتنے مال کو سہم کہتے ہیں۔
سہام چھ ہیں۔ نصف۔ ثلث۔ ثلثین۔ ربع۔ سدس۔ ثمن۔

نصف۔ یعنی آدھا ترکہ پانے کے تین شخص مستحق ہیں۔ اوّل شوہر جبکہ زوجہ اپنے بطن سے اولاد یا اولاد کی اولاد نہ چھوڑے۔ دوسرے صرف ایک بیٹی۔ تیسرے صرف ایک بہن خواہ عینی ہو یا پدری۔

ثلث۔ یعنی ایک تہائی ترکہ پانے کے دو شخص مستحق ہیں۔ اوّل میت کی ماں جبکہ میت کی اولاد یا اولاد کی اولاد اور دو یا زیادہ بھائی عینی یا پدری نہ ہوں۔ دوسرے دو یا دو سے زیادہ مادری بہن بھائی یا ان کی اولاد

ثلثین۔ یعنی دو تہائی ترکہ دو قسم کے لوگ پا سکتے ہیں۔ اوّل صرف بیٹیاں جبکہ دو یا دو سے زیادہ ہوں۔ دوسرے صرف بہنیں خواہ عینی ہوں یا پدری۔

ربع۔ یعنی چوتھائی مال میت دو قسم کے آدمی پائینگے۔ اوّل شوہر جبکہ زوجہ اپنی نسل سے اولاد چھوڑے دوسرے زوجہ اپنے شوہر کے متروکہ میں سے جبکہ شوہر اولاد نہ چھوڑے خواہ اُسی زوجہ کے بطن سے ہو یا کسی دوسری کے۔

سدس:۔ یعنی چھٹا حصہ یہ سہم تین وارثوں کا ہے۔ اوّل ماں۔ باپ جبکہ میت نے اولاد یا اولاد کی اولاد چھوڑی ہو۔ دوسرے ماں جبکہ میت دو بھائی یا زیادہ۔ یا ایک بھائی اور دو بہنیں اور چار بہنیں چھوڑے اور میت کا باپ موجود نہ ہو۔ تیسرے ایک مادری بہن یا بھائی۔

ثمن۔ یعنی آٹھواں حصہ یہ سہم زوجہ کا ہے۔ خواہ ایک ہو یا زیادہ جبکہ میت اولاد یا اولاد کی اولاد چھوڑے۔ خواہ وہ اولاد موجودہ زوجہ کی نسل اور بطن سے ہو یا اَور کسی زوجہ سے۔

میراث پانے والوں کا جو حق قرآن مجید اور احادیث کی رُو سے ثابت ہے اُس کا مختصر ذکر یہ ہو چکا اس سے زیادہ تفصیل احکام اور تقسیم میراث کے طریقے جن کو دیکھنے منظور ہوں وہ ہماری کتاب تحفۃ المقبول میں ملاحظہ فرمالیں۔

ضمیمہ متعلق صفحہ ۱۲۶ نوٹ نمبر ۴

تفسیر صافی اور من لایحضرہ الفقیہ میں ہے کہ جناب رسولِ خدا نے اپنے آخری خطبہ میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی موت سے ایک سال پہلے توبہ کرلے گا خدا تعالےٰ اُس کی توبہ قبول فرمائیگا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ایک سال تو بہت ہے پس جو شخص اپنے مرنے کے ایک مہینہ پہلے بھی توبہ کریگا اللہ تعالےٰ اُس کی